تحریر: سہیل احمد لون

جرمنی کے تمام شہروں میں اکثر سڑکوں یا گلیوں کے نام تقریباً ایک جیسے ہوتے ہیں، مثلاً جہاں انڈسٹریل ایریا ہو گا وہاں پر شاہراہوں کا نام سائنسدانوں کے ناموں پر رکھ دیتے ہیں جن میں البرٹ آئن سٹائن، کارل بوش، روڈولف ڈیزل، اوٹو ہان، ہرمین ایمل فشر، ماکس پلانک، جارج سائمن اوہم، Werner von Siemens وغیرہ، اسی طرح لائبریریوں اور تعلیمی درسگاہوں کے قریب سڑکوں کے نام ادیبوں، شاعروں اور فلاسفروں کے ناموں سے منسوب کی گئی ہیں جن میں Johann Wolfgang von Goethe، فریڈریش شلر، ہائنزیش ہائینے، Theodor Fontane وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ جرمنی کے شہر ہائیڈل برگ میں ایک سڑک Iqbal Ufer علامہ اقبال کے نام سے بھی منسوب کی گئی ہے کیونکہ وہاں علامہ اقبال نے چند ماہ قیام کیا تھا۔ اسی طرح اپنے پرانے بادشاہوں کے ناموں پر سڑکوں کا نام رکھ کر پرانی تاریخ زندہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جہاں تک سیاستدانوں کا تعلق ہے تو اس میں صرف دو ہی خوش قسمت ہیں جن کے ناموں سے کافی شہروں میں شاہراہیں منسوب کی گئیں ہیں۔ جرمنی کی سب سے پرانی سیاسی جماعت SPD کے Friedrich Ebert ہیں اور دوسرے جرمنی کی سب سے بڑی اور زیادہ مرتبہ اقتدار میں آنے والی سیاسی جماعت CDU کے Konrad Adenauer ہیں۔ دوسری جنگ عظیم میں ہٹلر کی پراسرار موت کے بعد تا حال جرمنی کے آٹھ چانسلر منتخب ہو چکے ہیں۔ موجودہ چانسلر محترمہ انجلیکا میرکل چوتھی مرتبہ لگاتار منتخب ہو چکی ہیں۔ اس سے قبل Helmut Kohl بھی چار مرتبہ لگاتار انتخابات جیت کر چانسلر رہ کر چکا ہے اس کے تیسرے دورے حکومت میں مشرقی اور مغربی جرمنی اکٹھے ہوئے۔ ہیلمٹ کوہل نے ویژن فار یورپ ایوارڈ بھی حاصل کیا۔ مگر 1998ء میں بے روزگاری کی شرح میں اضافہ انکی شکست کا باعث بنا تو مخالف سیاسی جماعت SPD کی حکومت بنتے ہی انہوں نے CDU کی قیادت چھوڑ دی اور مرنے تک دوبارہ سیاست نہیں کی۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد Konrad Adenauer نے نئی سیاسی جماعت CDU کی بنیاد رکھی۔ 1949ء میں آڈے ناور نے شکست خوردہ جرمن قوم کے سامنے یہ نعرہ لگایا "جرمنی کے امن، آزادی اور اتحاد کے لیے CDU کو ووٹ دیں"۔ لوگوں نے ان پر اعتماد کیا اور وہ جرمنی کے پہلے چانسلر منتخب ہوئے۔ اتحادی فوج نے جنگ میں جرمنی کا جو حال کر دیا تھا اسے دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑا کرنا Adenauer کا نظریہ تھا۔ اس نے عوام کا خادم ہونے کے اشتہار چھپوانے کی بجائے سوشل پالیسی متعارف کروائی جس کے تحت ہنگامی بنیادوں پر جنگ کی تباہ کاریوں سے متاثر ہونے والے بے گھر افراد کے لیے ہاؤسنگ سکیم کا آغاز کیا، بوڑھے افراد کے لیے پینشن کے حقوق اور بے روزگار افراد کے لیے بے روزگاری الاؤنس کا اجراء کیا گیا۔ ایسی سکیموں کا آغاز بھی کیا جس سے گھر خریدنا آسان ہو جرمنی کا یہی ہاؤسنگ ماڈل برطانیہ کی آئرن لیڈی مارگریٹ تھیچر نے بھی اپنایا تھا جس کے بعد برطانیہ میں بھی کونسل ہاؤسنگ سکیم کے تحت مکان خریدنا عام شہری کی دسترس میں ہو گیا تھا۔ حاملہ عورتوں کے لیے Maternity Leave Law بنایا گیا جس کے تحت مالکان کو تین ماہ کی تنخواہ دوران چھٹی دینے کا پابند کیا گیا، زرعی کام کرنے والوں کو بھی پینشن سکیم میں شامل کیا گیا، کم تنخواہ والوں کو خصوصی الاؤنس دینے کا قانون بنایا گیا فوجیوں کے لیے بھی

خصوصی قوانین بنائے گئے۔ اپنا دفاع مضبوط کرنے کے لیے ہر جرمن نوجوان پر فوجی تربیت لازمی قرار دیا گیا یہ قانون 2011ء تک قابل عمل رہا۔ اسکا ایک فائدہ تو یہ تھا کہ فوجی تربیت ختم ہونے کے بعد اگر کوئی چاہے تو مستقل نوکری بھی کر سکتا تھا، ہنگامی حالات میں تمام مرد حضرات جنگ لڑنے کے اہل ہوتے، اس میں جسمانی یا ذہنی معذور مستثناء ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ فوجی رگڑا کھانے کے بعد کوئی سولین یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ فوج میں موج ہے اور نہ ہی اپنی فوج کے خلاف بات کرتا تھا۔ Adenauer نے سوویت یونین ماسکو کا دورہ کیا تو کافی جنگی قیدیوں کا رہا بھی کروایا۔ 1957ء میں یورپ کے مغربی ممالک کے ساتھ مل کر یورپین اکانومی کمیونٹی کی بنیاد رکھی، 1958ء میں فرانس اور اٹلی کے ساتھ مل کر کیمیائی ہتھیار بنانے کا معاہدہ بھی کیا۔ آئن سٹائن کے امریکہ چلے جانے کے باوجود اسکے قائم کردہ ریسرچ سینٹرز اور لیبارٹیرز پر کام جاری رکھا، اس کے علاوہ تعلیم وصحت پر خصوصی توجہ دی۔ ملکی معشیت مضبوط کرنے کے لیے بیرونی قرضہ جات سے زیادہ خود انحصاری اور محنت پر زور دیا گیا۔ بھٹو نے گھاس کھا کر ایٹم بم بنانے کی بات کی تھی تو جرمن قوم نے عملی طور پر آلو کھا کر ڈیرھ دہائی میں اپنے آپ کو یورپ کے طاقتور ممالک میں شامل کر لیا۔ جرمن لوگوں کو غیر ملکی "آلو" کہہ کر اس لیے چھیڑتے ہیں کہ جنگ کی تباہ کاریوں کے بعد انکی غذا کا سب سے اہم جزو آلو ہی تھا۔ اکثر گھروں میں افراد زیادہ اور جوتے کم تھے، جس نے باہر جانا ہوتا وہ جوتا پہن کر جاتا، گھر میں ننگے پاؤں پھرتے، آج بھی جرمن لوگ گھر میں ننگے پاؤں پھرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ Adenauer ستاسی برس کی عمر تک عوام کی خدمت کرنے کے بعد ریٹائرڈ ہو گئے۔ سوویت یونین سے جنگی قیدی آزاد کروانے، سوشل سسٹم رائج کرنے، دفاع اور معشیت بہتر بنانے، اور یورپین ممالک کے ساتھ اتحاد کرنے کی وجہ سے انکو 2003ء میں 'greatest German of all time' کے ایوارڈ سے بھی نوازہ گیا ہے۔ Adenauer نے سیاست عام ورکر کی حیثیت سے شروع کی تھی، سیاسی جماعت کا سربراہ بننے سے قبل وہ جرمنی کے شہر کولون کا میئر بھی رہ چکا تھا۔ نئی سیاسی جماعت اور تباہ شدہ ملک کو چند برسوں میں کامیابی کی منزل پر ڈال دیا قومی مفادات کو ذاتی مفادات پر ترجیح نہ دی، وار مرتبہ لگاتار انتخابات جیتنے کے بعد ریٹائرمنٹ لیکر گھر چلے گئے، تاحیات CDU کا قائد بننے کی خواہش کبھی نہ کی، چودہ برس سے زیادہ جرمنی کے چانسلر رہنے کے باوجود اپنی فیملی کے کسی فرد کو نہیں "نوازا"۔ اکانوے برس کی عمر میں انتقال ہوا تو آخری الفاظ یہ تھے "There's nothin' to weep about!"۔ حیران کن طور پر انکے گھر والوں نے بھی کوئی وصیت نہ نکالی کہ انکی بنائی ہوئی سیاسی جماعت کا سربراہ انکے گھر کا کوئی فرد ہو۔ Helmut Kohl بھی پندرہ برس سے زیادہ جرمن چانسلر رہا، وہ بھی سیاسی جامعت کی قیادت اور سیاست دونوں چھوڑ کر تاحیات ریٹائر ہو گیا۔ تقریباً ستر برس میں جرمنی کے آٹھ مختلف افراد کو چانسلر بننے کا موقع ملا ہے۔ کسی نے بھی اپنی باری لے کر یہ نہیں کہا کہ "میں نظام سے بغاوت کرتا ہوں"۔ جرمن قوم اس لحاظ سے خوش قسمت ہے کہ انہوں نے آمریت اور جمہوریت دونوں کا مزہ لیا مگر دونوں ہی اصل حالت میں۔ یہ Adenauer کا نظریہ تھا جس پر جرمن قوم نے لبیک کہا اور وہ چند برسوں میں اپنے شہریوں کو یورپ میں سب سے زیادہ سوشل سیکورٹی دینے ملک بن گیا۔ اسلامی جمہوریہ کا لیبل ہونے کے باوجود پاکستانی عوام اس سوشل سسٹم کا خواب بھی نہیں دے سکتی حالانکہ اس سسٹم کو متعارف کروانے والے مسلمان ہی تھے۔ میاں صاحب بمع اہل وعیال آجکل نظریہ اور نشہ بھی بن جاتے ہیں اور پھر سسٹم سے بغاوت کی بات کرنا شروع ہو جاتے ہیں حالانکہ اسی گلے سڑے نظام کی وجہ

سے وہ تین بار وزیراعظم بنے اور تاحیات سیاسی جماعت کے قائد بھی بن گئے۔ جس کے پاس ملک وقوم کی خدمت کرنے کا نظریہ ہوتا ہے وہ جنگ کی تباہ کاریوں کے بعد بھی معاشی انقلاب برپا کرسکتا ہے اور جس کا نظریہ شہنشاہیت ہو وہ ایشین ٹائیگر بنتے ہوئے ملک کو بھی معاشی واخلاقی بدحالی کی دلدل میں دھکیل دیتا ہے۔ حقیقی جمہوریت میں عوامی قائد کو اشتہارات میں اپنی تصویر چھپوانے کی ضرورت نہیں پڑتی اور نہ ہی ہوائی اڈوں، تعلیمی اداروں اور ہسپتالوں کو اپنے یا اپنے بچوں کے ناموں سے منسوب کرنے کی نوبت آتی ہے۔ اگر سیاسی قائدین نے ملک وقوم کو ترقی کی شاہراہ پر گامزن کرنے کے لیے حقیقی کوشش کی ہو تو زندہ قومیں اپنی قومی شاہراہوں کو اپنے محسنوں کے ناموں سے منسوب کرکے اپنی آنے والی نسلوں میں انکا نام زندہ رکھتی ہیں۔

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔ سرے

sohailloun@gmail.com

10-03-2018